Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 04, October - December 2025, **PP**: 240-253
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

وادی سندھ کی تہذیب اور اس کے اثرات: ایک تحقیقی مطالعہ

The Indus Valley Civilization and Its Impacts: A Research Study

1. Rubina Kausar
rubinaksr@yahoo.com
Ph.D. Scholar,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

2. Dr. Sadia Gulzar
sadia.is@pu.edu.pk
Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

How to Cite: Rubina Kausar and Dr. Sadia Gulzar. 2025: “The Indus Valley Civilization and Its Impacts: A Research Study”. Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (04): 240-253.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
07-11-2025	29-12-2025	31-12-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4-0 International License-

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest-

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

وادی سندھ کی تہذیب اور اس کے اثرات: ایک تحقیقی مطالعہ

The Indus Valley Civilization and Its Impacts: A Research Study

1. **Rubina Kausar**
   Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
   rubinaksr@yahoo.com

2. **Dr. Sadia Gulzar**
   Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
   sadia.is@pu.edu.pk

Abstract

The Indus Valley Civilization is one of the oldest and materially advanced civilizations in the world, which established the highest examples of urban planning and social governance in human history through architectural perfection, organized roads, unparalleled drainage systems, and standardized weights and measures. This research study presents a detailed analysis of the religious concepts, urban organization, economic activities and cultural impact of the ancient Indus Valley Civilization in the light of archaeological evidence, authentic historical sources and modern scientific and historical studies. Despite the passage of thousands of years, it still exists in the life of the subcontinent today. The results of this research clearly show that this civilization stabilized the economy of the ancient world through agricultural production, handicrafts, pottery and international (land and sea) trade links. Furthermore, the study confirms the fact that this great civilization of Mohenjo-Daro and Harappa did not completely disappear. Rather, its intellectual and cultural essence, such as early traces of yoga, goddess worship, traditions of dress and jewelry, and peaceful social values remain still an integral part of the cultural identity and way of life of South Asia. Overall, this paper highlights the indelible mark left by the Indus Valley in shaping human civilization and the history of the region. These sources confirm that the intellectual and cultural spirit of the ancient Indus is still an important part of the identity of the region today. The research paper followed descriptive and analytical methods.

Keywords: *Indus Valley Civilization, Mohenjo-Daro and Harappa, Ancient Trade, Cultural Continuity, Archaeological Analysis, Urban Planning.*

موضوع کا تعارف

تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ اگرچہ جنگیں، قدرتی آفات اور سیاسی انقلابات کسی بھی قوم کے ظاہری وجود کو متاثر کر سکتے ہیں لیکن ثقافت کے بعض عناصر اس قدر مضبوط اور پائیدار ہوتے ہیں کہ وہ آنے والی اقوام کی تہذیبی ساخت میں شامل ہو کر اپنی بقاء کو یقینی بنا لیتے ہیں۔ یہی عناصر ایک تہذیب کو زمانی حدود سے ماورا کر کے اسے ایک زندہ اور جاوید حقیقت میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ وادیِ سندھ کی تہذیب (تقریباً 3300 سے 1300 قبل مسیح) برصغیر کی قدیم ترین شہری تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔ بعض محققین کے مطابق موہنجو داڑو کے آثار کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ تہذیب سمیری تہذیب سے خاصی متاثر تھی۔ آثارِ قدیمہ اور تاریخی شواہد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وادئ سندھ کی تہذیب اور میسوپوٹیمیا کے علاقوں کے مابین تجارتی، تہذیبی اور سماجی روابط قائم تھے۔ تجارت، دستکاری، مہریں اور شہری تنظیم کے پہلوؤں میں مماثلت اس باہمی تعلق کی نشاندہی کرتی ہیں۔ اس کے برعکس موجودہ تحقیق اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ وادئ سندھ کی تہذیب کے برصغیر کے دیگر علاقوں میں ثقافتی مراکز، مثلاً گنگا، جمنا کے میدانوں یا

قدیم دیومالائی روایات سے براہِ راست اور واضح روابط کے ثبوت محدود یا غیر واضح ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کہ وادی سندھ کی تہذیب کے روابط بنیادی طور پر مغرب کی طرف تھے، جہاں اس نے میسوپوٹیمیا کی تہذیبوں کے ساتھ مضبوط تجارتی اور ثقافتی تعلقات استوار کیے، جب کہ برصغیر کے اندرونی علاقوں سے اس کا تعلق نسبتاً کم نمایاں ہے۔ اگرچہ اس دور کا رسم الخط آج تک مکمل طور پر سمجھا نہیں جاسکا لیکن آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں ملنے والی اشیاء، عمارتوں اور تعمیراتی مثالوں کی بنیاد پر اس تہذیب کے بعد کی نسلوں پر گہرے اثرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں ملنے والی اشیاء، عمارتوں اور فن تعمیر کے نمونوں کی بنیاد پر اس تہذیب کے بعد آنے والی نسلوں پر گہرے اثرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[1]

آرنلڈ ٹائن مزید لکھتے ہیں کہ تقریباً تیسری ہزار قبل مسیح کے وسط (2500ق م) میں وادئ سندھ میں اس کی تہذیب کے قیام کے بعد اس کے اور سمیری دنیا کے درمیان تجارتی روابط قائم ہوئے۔ عراق میں سمیریا کے مقامات سے وادئ سندھ کے رسم الخط والی مہریں دریافت ہوئی ہیں۔[2] ڈی ڈی کو سمبی وادی سندھ کی تہذیب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"وادی سندھ کے شہروں میں ایک ممکن استثنا کے علاوہ کسی طرح کی عوامی یادگاریں یا نمود و نمائش کی چیزیں دو متوازی ثقافتوں کے مفہوم کے لحاظ سے موجود نہیں ہیں۔ کوئی بڑی جلسہ گاہ نہیں ہے اگرچہ موہنجوداڑو میں ایک ستر میٹر لمبا ہال موجود ہے جس میں ستونوں کے درمیان ایک بغلی راستہ یا غلام گردش ہے۔ ممکن ہے یہ حال عوامی استعمال کے لیے ہو وہاں کسی طرح کے معروف کتبے مخروطی چوٹی والے مربع مستطیل مینار یا مجسمے قسم کے سرکار فرامین نہیں ہیں نسبتا متمول، خوب پختہ اینٹوں کی سات فٹ موٹی دیواریں رکھتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ مکانوں کی کئی منزلیں تھیں یہاں عمارت کو باقی پر ایسی فوقیت نہیں تھی جیسے کہ محل یا معبدوں کو دوسری ہم عصر ساحلی تہذیبوں میں حاصل تھی۔"[3]

سر جان مارشل اپنی کتاب میں وادی سندھ کی تہذیب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"When I first saw them, I found it difficult to believe that they were prehistoric; they seemed to be completely upset with all the established ideas about early art, and culture. Modeling such as this was unknown in the ancient world up to the Hellenistic age of Greece, and I thought, therefore, that some mistake must surely have been made; that these figures had found their way into levels some 3000 years older than those to which they properly belonged.... Now in these statuettes, it is just this anatomical truth, which is so startling, that makes us wonder whether, in this all-important matter, Greek artistry could possibly have been anticipated by the sculptors of a far-off age on the banks of the Indus."[4]

جب میں نے پہلی بار انہیں دیکھا تو مجھے یقین کرنا مشکل لگا کہ وہ قبل از تاریخ ہیں۔ وہ ابتدائی فن اور ثقافت کے بارے میں قائم شدہ تمام نظریات کو بالکل الٹتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ اس نوعیت کی مجسمہ سازی قدیم دنیا میں ہیلینسٹک دور تک نامعلوم تھی لہٰذا میں نے سوچا کہ یقیناً کوئی غلطی ہوئی ہوگی کہ یہ مجسمے کسی طرح اُن تہوں میں پہنچ گئے ہوں گے جو اپنی اصل نسبت کے اعتبار سے تقریباً 3000 سال بعد کے ہیں۔ اب ان چھوٹے مجسموں میں یہی جسمانی حقیقت اتنی حیران کن ہے کہ ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ کیا اس نہایت اہم معاملے میں یونانی فنکاری کو واقعی وادئ سندھ کی تہذیب کے کناروں پر بہت قدیم زمانے کے مجسمہ سازوں نے

پہلے ہی حاصل کر لیا تھا۔

ذیل میں وادی سندھ کی تہذیب کے اثرات کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اوّل: وادی سندھ کے مذہبی اثرات

وادی سندھ کے باشندوں کے عقائد کو براہ راست معلوم نہیں کیا جا سکتا، لیکن جو کچھ مہروں، مجسموں اور عمارتوں کے ڈھانچے میں پایا گیا ہے وہ بعد میں ترقی یافتہ ہندومت اور دیگر مقامی مذاہب سے نمایاں مماثلت کو ظاہر کرتا ہے۔ ہندو دانشوروں کے مطابق وادی سندھ کی تہذیب کے مذہبی رجحانات پر مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں مختلف شکلیں اور منظر کشی ہوئی ہے۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ہندو مذہب کی ابتدائی جھلک کی نمائندگی کرتا ہے۔ ایک سینگ والے شیر کی تصویر جانوروں میں ظاہر ہوتی ہے اور اسے جانوروں کا دیوتا سمجھا جاتا ہے۔[5]

دیوتاؤں کے تصورات کی ابتدا

1: نسوانی طاقت کی پرستش: ہڑپہ اور موہنجو داڑو سے مٹی کے ہزاروں چھوٹے مجسمے اور مورتیاں ملی ہیں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ زرخیزی کی دیوی کی علامت تھے۔ یہ روایت بعد میں ہندومت میں تبدیل ہوئی جس میں شکتی، پاروتی، درگا اور کالی جیسی شخصیات شامل تھیں۔ آج بھی برصغیر میں دیوی پوجا کا رواج اسی قدیم ورثے سے جڑا ہوا ہے۔

2: پشوپتی کا تصور: ایک مشہور مہر میں سینگ والے یوگا کرنسی میں بیٹھے ہوئے ایک شخصیت کو دکھایا گیا ہے جس کے چاروں طرف مختلف جنگلی جانور ہیں۔ اس شخصیت کو "جانوروں کا دیوتا" (پشوپتی) کہا گیا جو بعد کے زمانے میں شیو کے روپ کے طور پر پہچانا گیا۔ اگرچہ بعض محققین اس پر اختلاف کرتے ہیں لیکن عوامی رائے میں اسے شیو کی قدیم ترین علامت سمجھا جاتا ہے۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

3: شیو لنگ اور یونی سے مشابہت: موہنجو داڑو میں پائے جانے والے کچھ پالش شدہ پتھروں کی شکل موجودہ دور کے شیو لنگ اور یونی سے مماثلت رکھتی ہے۔ بعض علماء انہیں کھیلوں کے مہرے یا اوزار قرار دیتے ہیں، لیکن عام لوگوں میں یہ تاثر بہت مقبول ہے۔[6]

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

4: پروہت کا مجسمہ: مشہور نام Priest-King ہے تاہم یہ نام صرف ایک قیاس ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ یہ کسی مذہبی پروہت، بادشاہ، رہنما یا کسی آبائی شخصیت کا یادگاری مجسمہ ہو سکتا ہے۔ اس کی داڑھی اور بال نفاست سے بنائے گئے ہیں جس کی وجہ سے یہ باوقار اور طاقتور لگتا ہے۔[7] وادی سندھ کے شہر ہڑپہ سے ملنے والا یہ مٹی کا یہ مجسمہ بہت منفرد ہے۔ جس کی ساخت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ صرف نمائش کے لیے نہیں تھا بلکہ کسی مذہبی رسم یا علامتی سوچ کا مرکز ہوگا۔ ہڑپہ اور موہنجو دڑو کے کھنڈرات سے ملنے والے یہ چھوٹے مجسمے ہزاروں سال بعد بھی قدیم لوگوں کے ذہنوں اور ایمان کی جھلک دکھا رہے ہیں۔[8]

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

حیوانی، شجر پرستی اور علامات کی تقدیس

1: بیل کی اہمیت: کئی مہروں پر ایک سینگ والے بیل کو قربان گاہ کے سامنے کھڑا دکھایا گیا ہے۔ بعد میں ہندو روایات میں اسی بیل کو "نندی" (شیو کی سواری) کا درجہ دیا گیا اور اسے مقدس سمجھا گیا۔

2: پیپل کا درخت: ایک مہر پیپل کے درخت کی شاخوں کے درمیان ایک شکل کو ظاہر کرتی ہے۔ درخت کے طور پر اور ہندو مت میں ایک مقدس مقام رکھتا ہے۔ آج بھی لوگ پیپل کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ درخت بعد میں بدھ مت میں بودھی درخت بن گیا۔

3: سواستیکا کی علامت: کھدائیوں سے مٹی کی مہروں پر سواستیکا کے نشان پایا گیا ہے جو ممکنہ طور پر خوش قسمتی یا سورج کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ بعد کی صدیوں میں یہ علامت ہندو مت، بدھ مت اور جین مت میں سب سے اہم مقدس علامت بن گئی۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ، لاہور)

4: پانی سے تطہیر: موہنجو داڑو میں اینٹوں کا ایک بڑا تالاب (عظیم حمام) دریافت ہوا، جو رسمی تطہیر کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ ہندو مندروں کے قریب تالابوں اور دریائے گنگا میں نہانے کے ساتھ یہ رواج آج بھی جاری ہے۔

عظیم حمام صرف جسمانی صفائی کے مقصد کے لیے نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ہر گھر میں نہایت عمدہ غسل خانے اور اچھے کنویں تھے اور دریائے سندھ قلعے کے ٹیلے کے پاس سے ہی گزرتا تھا۔ اصل مقصد غالباً کوئی بڑی مذہبی رسم ہو گی جس کو یہاں کے باشندے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ سنسکرت میں ایسے حوض کا نام پشکر یعنی "کنول کا تالاب" ہے اس طرح کے مصنوعی تالاب عہد تاریخ میں

مسلسل بنائے جاتے رہے پہلے آزادانہ طور پر الگ ہی بنتے تھے لیکن بعد میں مندروں کے ساتھ بننے لگے اور اب بھی یہ اسی طرح بنائے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک قدرتی کنول کا تالاب کافی نہیں سمجھا جاتا مذہبی اشنان اور مذہبی تطہیر کے علاوہ ابتدائی زمانے میں بادشاہوں اور مہتوں کے عہدہ یابی کی مذہبی رسم کے لیے ایسی پشکروں کی ضرورت تھی۔"[9]

موہنجو داڑو کا عظیم غسل خانہ ممکنہ طور پر مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، جو اس عہد میں پاکیزگی اور تطہیر کے ابتدائی تصورات کی نشاندہی کرتا ہے۔"[10]

(حوالہ: https://www.pinterest.com/pin/802344489882294537)

آثارِ قدیمہ کے شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ وادیٔ سندھ میں بڑے مندروں کی عدم موجودگی ان کے مذہبی تصورات کے فطرت سے گہرے تعلق کی عکاس ہے۔ بعد کے ادوار میں فطرت پر مبنی پاکیزگی اور تقدس کے مذہبی رجحانات مختلف شکلوں میں جاری رہے اور ثقافتی ورثے کا حصہ بن گئے۔

یوگا اور مراقبہ کی جڑیں

پشوپتی مہر پر دکھایا گیا کرنسی (ایڑیوں کو ایک ساتھ اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا) آسن کو دنیا کے قدیم ترین یوگا طریقوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یوگا کی روایت کم از کم پانچ ہزار سال پرانی ہے جسے آج برصغیر کے ایک بڑے ثقافتی مذہب کے طور پر پوری دنیا میں جانی جاتی ہے۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

دوم: وادی سندھ کے تہذیبی اثرات

جب ہم ثقافتی اثرات کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے شہری منصوبہ بندی، انتظامی نظام، تعمیراتی معیارات اور روزمرہ کی زندگی کے ڈھانچے سے ہے جنہیں بعد کی تہذیبوں نے اپنایا۔ وادی سندھ اس کی بہترین مثال ہے۔

شہری منصوبہ بندی اور تعمیری علوم و مہارت

ہڑپہ اور موہنجو داڑو میں نکاسی آب کا نظام، سیدھی گلیوں کی ترتیب، شہری منصوبہ اور گوداموں کا منظم ڈھانچہ جدید شہری

تہذیب کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بعد میں یہی اصول گندھارا، ٹیکسلا اور مگدھ کے علاقوں میں بھی دیکھے گئے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب شہری تنظیم کے لحاظ سے ایک منفرد مثال پیش کرتی ہے۔ موہنجو داڑو اور ہڑپہ کے عظیم الشان اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے بنے شہر اس تہذیب کے عروج کی علامت ہیں۔ تاہم ان کے علاوہ دیگر دریافت شدہ بستیاں حجم اور ساخت میں نسبتاً چھوٹی ہیں اور اکثر جگہوں پر صرف ان کے آثار یا کھنڈرات باقی ہیں۔ جن میں وسیع بڑی سڑکیں اور عمدہ چھوٹی گلیاں تھیں۔ مزید بر آں، ان چھوٹی بستیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی ماہرین نے توقع کی تھی، جو اس تہذیب کی آبادی اور پھیلاؤ کے بارے میں اہم سوالات کو جنم دیتی ہے۔[11]

(حوالہ: حکومت پاکستان، ہڑپا کے آثار، ساہیوال)

- **منظم سڑکیں:** ہڑپہ اور موہنجو داڑو کی سڑکیں دائیں زاویوں پر آپس میں ملتی تھیں جسے جدید اصطلاح میں گرڈ پلان کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس طرز تعمیر کو بعد میں رومیوں اور جدید شہروں نے بھی اپنایا۔
- **زیر زمین نالیاں:** شہری آبادی کے گھروں سے فضلے اور پانی کو نکالنے کے لیے اینٹوں سے بنی ہوئی نالیاں بنائی گئی تھیں جو مرکزی گلیوں تک جاتی تھیں۔ صفائی کا یہ اعلیٰ معیار اپنے زمانے میں منفرد تھا اور آج بھی جدید شہروں کے لیے ایک مثال ہے۔
- **معیاری اینٹوں کا استعمال:** تمام شہروں میں اینٹوں کا ایک مخصوص تناسب (مثلاً 1:2:4) استعمال کیا گیا تھا جو ایک مربوط اور مرکزی ہدایت نامہ کی واضح علامت ہے۔ یہ معیاری تعمیراتی مواد کی ابتدائی مثالوں میں سے ایک ہے۔[12]

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ، لاہور)

- **گودام اور عوامی عمارتیں:** ہڑپہ میں بڑے بڑے اناج گھروں کے آثار دریافت ہوئے ہیں جو محصولات جمع کرنے اور تقسیم کے نظام کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بعد کی حکومتوں نے بھی اسی طرز کے مرکزی نظام کو اپنایا۔[13]

(حوالہ: حکومت پاکستان، ہڑپا کے آثار، ساہیوال)

قدیم دور میں ایسی محتاط اور منظم شہری منصوبہ بندی کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی جو اس تہذیب کی منفرد فنکارانہ اور انتظامی صلاحیتوں کو ظاہر کرتی ہو۔ عالمی آثار قدیمہ کے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ وادی سندھ کی تہذیب شہری آبادکاری کے لحاظ سے اپنی ہم عصر تہذیبوں سے یکسر مختلف تھی۔

گھریلو اور ذاتی زندگی کے معیارات

وادئ سندھ کے شہری مراکز میں دریافت ہونے والے گھریلو نظام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہر گھر میں غسل خانہ، پانی کا کنواں، اور باورچی خانے کا انتظام موجود تھا، جبکہ بعض گھروں میں علیحدہ بیت الخلاء بھی شامل تھے۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس تہذیب میں صفائی اور ذاتی حفظان صحت کو فوقیت دی جاتی تھی۔ برصغیر کے لوگوں میں آج بھی یہ عادات صفائی کی روایت کے تسلسل کو ظاہر کرتی ہیں۔

سوم: وادی سندھ کے ثقافتی اثرات

کسی بھی تہذیب کے ثقافتی اثرات کا تعلق لباس، زیورات، دستکاریاں، کھیل، تقریبات اور روزمرہ کے رسم و رواج سے ہوتا ہے۔ وادئ سندھ کا ثقافتی ورثہ آج بھی برصغیر کی معاشرتی زندگی میں برقرار اور فعال ہے اور اپنی موجودگی کا واضح احساس دلاتا ہے۔ جو قدیم تہذیب اور موجودہ دور کے درمیان ایک مسلسل ثقافتی ربط کو ظاہر کرتا ہے۔ وادیِ سندھ کے زیورات، مجسمے اور مورتیاں اپنی نفاست اور فن مہارت میں اتنی اعلیٰ تھیں کہ سر جان مارشل نے انہیں یونانی ہیلسٹک آرٹ کے بہترین نمونوں کے برابر قرار دیا۔ بعد کی تہذیبی روایات میں بھی زیور سازی، کانسی کے برتن، اور آرائشی فنون اسی تسلسل کی جھلک دکھاتے ہیں۔[14]

لباس اور زیورات کی روایات

- **چوڑیوں کا رواج:** ہڑپہ اور موہنجو داڑو سے بڑی تعداد میں سیپ (خول) اور مٹی سے بنی ہوئی چوڑیاں ملی ہیں۔ مورخین کے مطابق ان کی شکل، ساخت اور نمونے آج کل ہندوستان اور پاکستان میں شادی شدہ خواتین کی پہننے والی چوڑیوں سے نمایاں مماثلت ہے۔ یہ ثقافتی روایت پانچ ہزار سال پرانی ہے۔
- **مالاؤں اور ہاروں کی تیاری:** کارنیلین (ایک قسم کا قیمتی پتھر) اور لاجورد کی لمبی مالائیں بنانے کے لیے پتھروں اور موتیوں میں باریک سوراخ کرنے کی فنی مہارت استعمال کی جاتی تھی۔ یہ فنی مہارت آج بھی ہندوستان اور پاکستان کے کچھ دیہی علاقوں میں ایک دستکاری کے طور پر رائج ہے۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ، لاہور)

- **لباس کے انداز:** مہروں پر دکھایا گیا لباس (مثلاً ایک طرفہ چادر، اسکرٹ نما پوشاک) کا انداز موجودہ برصغیر کے دیہی روایتی ملبوسات سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ لباس کی یہ ثقافتی ہم آہنگی اس خطے کے تسلسل اور پائیداری کی عکاسی کرتی ہے۔[15]

فنون، دستکاری اور کھیل

- **مٹی کے برتنوں کی روایت:** وادیِ سندھ کے آثار سے ملنے والے برتنوں پر سیاہ رنگ میں بنے ہندسی نمونے (مثلث، دائرے، لہراتی لکیریں) آج بھی پاکستان اور ہندوستان کے دیہاتوں میں مٹی کے برتنوں کی آرائش میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ایک زندہ فن ہے جو قدیم دور سے جاری ہے۔
- **کھلونے اور کھیل:** یہاں سے مٹی کی چھوٹی گاڑیاں، جانوروں کے مجسمے اور جانوروں کی ہڈیوں سے بنے پانسے دریافت ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں سے پانسے کا کھیل اور بچوں کے کھلونے بنانے کی روایت شروع ہوئی جو بعد کے ادوار میں پوری دنیا میں پھیل گئی۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ، لاہور)

- **رقص اور موسیقی:** کانسی کا مشہور مجسمہ جس میں ایک نوجوان رقاصہ کو بے ساختہ انداز میں کھڑا دکھایا گیا ہے۔ یہ برصغیر میں رقص اور موسیقی کی قدیم تفریحی روایت کی نشاندہی کرتا ہے۔[16]

- **ہتھیار اور سواری:** کلہاڑی، نیزہ، برچھا، تیر، کمان، گرز اور گوپھن اس دور کے خاص ہتھیار تھے۔ بیلوں کے ذریعے کھینچی جانے والی دو پہیوں والی سادہ گاڑیاں جن میں بعض اوقات چھت بھی ہوتی تھی ان لوگوں کی خاص سواری تھی لیکن

ہڑپہ میں تانبے کی سواری کا ایک نمونہ دریافت ہوا ہے۔ جس میں ہمارے آج کل کے یکے جیسی چھتری بھی ہے قدیم نمونے کا یہ رتھ جنگ میں بھی استعمال ہوتا تھا اور امن کے زمانے میں بھی۔[17]

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ، لاہور)

سماجی اقدار اور رسم و رواج

اس تہذیب میں عظیم الشان محلات، شاہی عمارات اور طبقاتی امتیازات کا فقدان تھا۔ رہائش کے ڈھانچے بھی نسبتاً یکساں تھے۔ سماجی مساوات کا یہ تصور بعد کے دیہی نظام اور مقامی ثقافت میں برقرار رہا، جو باہمی تعلقات اور برادری کے نظام کی شکل میں ظاہر ہوا۔

- **خواتین کا احترام:** دیوی ماں کی مورتیوں کی کثرت کی وجہ سے بعض علما یہ قیاس کرتے ہیں کہ اس معاشرے میں خواتین کو مرکزی حیثیت حاصل تھی بعد کے ہندومت میں "ماتری شکتی" کا تصور اسی قدیم روایت سے جڑا ہوا ہے۔[18]
- **مہمان نوازی اور اجتماعی فلاح:** عوامی غسل خانوں اور بڑے گوداموں کی موجودگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ لوگ اجتماعی بہبود اور مہمان نوازی کو اہمیت دیتے تھے۔
- **لوک داستانوں اور زبانوں میں اثرات:** برصغیر کی کئی زبانوں میں انڈویورپی عناصر کی جھلک، دیومالائی داستانیں، اور لوک اساطیر اسی قدیم تہذیبی ملاپ کا نتیجہ ہیں۔[19]

چہارم: وادی سندھ کے اقتصادی اثرات

کسی بھی تہذیب کا اقتصادی نظام صرف پیداوار، تقسیم اور استعمال کے عملی طریقوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ اس تہذیب کے فکری رجحانات، اخلاقی اقدار، سماجی تنظیم اور سائنسی روایات کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ درحقیقت، معیشت معاشرے کی اندرونی ساخت اور اس کے ترجیحی اصولوں کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تجارت اور پیمائش، وزن اور وقت کے معیارات

وادی سندھ کے لوگ ایران، افغانستان، میسوپوٹیمیا اور مصر کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ وادی سندھ کے درست پیمائش کے نظام نے بعد کی تہذیبوں کے لیے ایک معیاری معاشی اور سماجی ڈھانچہ فراہم کیا۔ برصغیر کی اس کے بعد کی تجارتی روایت میں "تولہ"، "ماشہ" اور وزن کی پیمائش کے اصول اس تہذیب کے اثرات ہیں۔

- **مساوی وزن کے اوزار:** وزن کے لئے باٹ مختلف قسم کے پتھروں سے بنائے گئے تھے۔ پتھر سے بنے چھوٹے وزن والے چوکور پتھر پوری تہذیب میں یکساں تناسب میں پائے گئے ہیں (مثلاً 1,2,4,8,16,32)۔[20] یہ اعدادی نظام (اعشاری اور ثنائی نظام Binary and decimal systems) کا ابتدائی استعمال تھا جو آج بھی تولنے کے لئے وزنی اصولوں کی بنیاد ہیں۔

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

- **تجارتی مہریں:** لوگوں نے اپنی شناخت اور مال کی ملکیت کے لیے مٹی یا پتھر کی مہریں بنائیں، جن پر جانوروں کی تصاویر اور تحریر ہوتی تھیں۔ یہ مہریں میسوپوٹیمیا (موجودہ عراق) تک ملی ہیں، جو بین الاقوامی تجارت کا پختہ ثبوت ہیں۔ آج کے کاروباری لوگو اور ٹریڈمارک کا تصور انہی قدیم مہروں سے جڑا ہے۔[21]

محمد رفیق مغل لکھتے ہیں کہ قریباً 2500 قبل مسیح میں وادیٔ سندھ میں ہڑپہ تہذیب کے قیام کے فوراً بعد، اس تہذیب اور سمیری تہذیب کے درمیان تجارتی تعلقات استوار ہو گئے تھے۔ اس بات کا ثبوت عراق میں سمیری آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے ملا ہے، جہاں سے وادیٔ سندھ کے رسم الخط والی مہریں برآمد ہوئی ہیں۔[22]

ماہرین کے نزدیک ہڑپہ کی تہذیب کی بنیاد بڑی حد تک تجارت پر قائم تھی۔ آثارِ قدیمہ سے ملنے والے بیل گاڑی کے نمونے اور تصاویر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ نقل و حمل اور تجارتی آمد و رفت کا منظم نظام موجود تھا۔ لوتھل (ریاست گجرات) میں دریافت ہونے والی نہر، بندرگاہ اور کشتیوں کے آثار جن کی نشاندہی ایچ بی فرینکفرٹ سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس خطے کی بحری تجارت کی مضبوط روایت کو ظاہر کرتے ہیں۔ مزید برآں اس تہذیب کے برتنوں میں جنوبی ترکستان اور شمالی ایران کے برتنوں سے مماثلت پائی جاتی ہے، جو باہمی تجارتی روابط کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وینڈی ڈونیگر کے مطابق ان روابط کا دائرہ مصری تہذیب تک بھی پھیلا ہوا تھا جو اس تہذیب کی بین الاقوامی تجارتی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔[23]

(حوالہ: حکومت پاکستان، عجائب خانہ ہڑپا، ساہیوال)

دنیا کی ہر عظیم تہذیب جیسے وادی سندھ، میسوپوٹیمیا، یونان، چین اور اسلامی تہذیب کا معاشی نظام اپنے مخصوص جغرافیائی حالات، قدرتی وسائل اور ثقافتی پس منظر کے مطابق منفرد تھا۔ ان تہذیبوں کے معاشی نظام اپنی ساخت، خصوصیات اور انتظامی طریقۂ کار کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ان کی معیشتیں صرف معاشی ضروریات تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان کے سماجی نظام، سیاسی تنظیم اور فکری و تہذیبی ارتقا میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی تھیں۔ یہ اقتصادی ڈھانچے ان تہذیبوں کے استحکام، خوشحالی اور تاریخی ترقی کے بنیادی محرکات ثابت ہوئے۔ جس کے نتیجے میں ان تہذیبوں نے طویل عرصے تک ترقی اور پائیداری کے ذریعے عروج حاصل کیا۔

وادی سندھ کا زرعی نظام

وادی سندھ کی تہذیب کی نمایاں خصوصیات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے زرعی نظام کا خصوصی جائزہ لیا جائے کیونکہ اسی نے اس تہذیب کی معاشی بنیاد رکھی۔ اس کے باشندوں نے مقامی جغرافیائی اور موسمی حالات کے عین مطابق اناج کی کاشت کے منظم حکمت عملی اور مخصوص طریقے اپنائے۔ یہ لوگ اپنی بقا کے لیے پانی، زرخیز مٹی اور موسمی توازن پر یکساں انحصار کرتے تھے۔ ان زرعی طریقوں کو قدیم مصری اور میسوپوٹیمیا کی تہذیبوں کے ساتھ موازنہ کر کے بہتر طور پر سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ تینوں تہذیبیں ایک ہی وقت میں پروان چڑھیں اور دریاؤں کے کنارے آباد ہوئی تھیں۔

> "وادی سندھ کے لوگ کاشتکاری سے واقف تھے وہ لوگ گیہوں، جو، تل، مٹر اور رائی کی کاشت کرتے تھے اور گائے، بکری، سور، مرغ، کتا، گدھا، گھوڑا، ہاتھی اور اونٹ وغیرہ جانوروں کو پالتے تھے۔ چند ہارڈاروں کی ایک اینٹ نے کتے اور بلی کے وجود کی نشاندہی کی ہے جس پر کتے کے پنجے کے نشانات اس وقت لگ گئے تھے جب اینٹ گیلی تھی اور کتا بلی کا تعاقب کر رہا تھا۔"[24]

پنجم: دیگر اثرات

سرجان مارشل کی کتاب "موہنجوداڑو اور سندھ کی تہذیب" کا مطالعہ ہڑپہ کے سنہری دور کی اہم خصوصیات کو ظاہر کرتا ہے:

- ہڑپہ تہذیب کے عروج میں مٹی کے برتنوں اور آلات کے ساتھ پتھر کے اوزار بڑے پیمانے پر استعمال ہوتے تھے۔
- اس دور میں پہیہ (Wheel) ایجاد ہو چکا تھا۔ مٹی کے برتن چاک کی مدد سے بنائے جاتے تھے یعنی برتنوں کو چاک پر رکھ کر اور ان کی تہوں کو ہموار کیا جاتا تھا۔ اینٹوں کی مدد سے عمارات تعمیر کی گئیں۔
- کچی اور پکی اینٹیں تیار کی جاتی تھیں اور پکی اینٹوں کو عام طور پر گھر کی تعمیر میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ گھروں کی خوبصورتی اور نفاست کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔
- عمارتوں کی تعمیر سے پہلے بڑے اور اونچے چبوترے بنائے جاتے تھے جس سے نہ صرف عمارتیں مضبوط ہوئیں بلکہ سیلاب سے بھی محفوظ رہتی تھیں۔
- سونے، چاندی، تانبے اور پیتل سے بنی اشیاء کو بڑی مہارت سے تیار کیا جاتا تھا۔
- تحریر تصویری علامتوں اور نقوش کی مدد سے کی جاتی تھی۔[25]

وادئ سندھ کی تہذیب شہری تنظیم کی منفرد مثال پیش کرتی ہے۔ موہنجودڑو اور ہڑپہ کے عظیم الشان اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے بنے شہر اس تہذیب کے عروج کی علامت ہیں۔۔ تاہم دیگر دریافت شدہ بستیاں حجم اور ساخت میں نسبتاً چھوٹی ہیں اور بعض

مقامات پر صرف ان کے آثار یا کھنڈر ہی باقی رہ گئے ہیں۔ مزید برآں ان چھوٹی بستیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی ماہرین نے توقع کی تھی، جو اس تہذیب کی آبادی اور پھیلاؤ کے بارے میں اہم سوالات اٹھاتے ہیں۔[26]

تاریخی تجزیوں اور مباحثوں میں وادی سندھ کی تہذیب کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ تہذیب برصغیر کے ان علاقوں تک مؤثر طریقے سے نہیں پھیل سکی جو زرعی لحاظ سے زیادہ زرخیز اور ترقی یافتہ تھے۔ اگرچہ اس کے اثرات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ جو شمالی علاقوں سے لے کر بحیرۂ عرب کے ساحل تک تقریباً ایک ہزار میل پر پھیلا ہوا تھا لیکن اس توسیع کی نوعیت نہ تو یکساں تھی اور نہ ہی عالمگیر، بلکہ مخصوص جغرافیائی علاقوں تک محدود تھی۔ مزید تحقیق سے یہ امر واضح ہوتا جا رہا ہے کہ اس تہذیب کی تجارتی راستوں اور چھوٹی نوآباد بستیوں کا جال خاص حکمتِ عملی کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ ان بستیوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقامات بنیادی طور پر سمندری تجارت اور بحری روابط کے مراکز کے طور پر کام کرتے تھے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ تمام علاقے برصغیر کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں نسبتاً بنجر اور کم زرخیز تھے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وادی سندھ کی تہذیب نے بنیادی طور پر ان خطوں پر توجہ مرکوز کی جہاں تجارتی راستے اور سمندری رابطے ممکن تھے بجائے اس کے کہ وہ اندرونِ ملک کے زیادہ زرخیز علاقوں میں پھیل جائیں۔ اس لحاظ سے یہ تہذیب محض زرعی بنیادوں تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کی ساخت میں تجارت اور جغرافیائی حکمتِ عملی نے بھی بنیادی کردار ادا کیا تھا۔[27]

حاصلِ بحث

وادیِ سندھ کی تہذیب مکمل طور پر ختم ہونے والی تہذیب نہیں ہے بلکہ اس کی روح آج بھی برصغیر کی تہذیب میں پائی جاتی ہے۔ مذہبی لحاظ سے اس نے دیوی اور دیوتاؤں کی پرستش، یوگا کی مشقوں، پیپل اور بیل کی تقدیس، اور پانی سے تطہیر کی بنیاد رکھی۔ تہذیبی لحاظ سے اس نے دنیا کو منظم شہر، زیرِ زمین نالیاں، معیاری اینٹیں اور وزن کے یکساں اصول دیے۔ ثقافتی لحاظ سے چوڑیاں، مٹی کے برتن، بچوں کے کھلونے، پانسے، اور معاشرتی رسم و رواج آج تک زندہ ہیں۔ جب کوئی شخص یوگا کرتا ہے، پیپل کے درخت کے نیچے جھکتا ہے، چوڑیاں یا کڑے پہنتا ہے، یا مٹی کے برتن میں کھانا پکاتا ہے تو وہ پانچ ہزار سال پرانی تاریخ کو خراجِ عقیدت پیش کر رہا ہوتا ہے۔ یہ ساری سرگرمیاں آج بھی برصغیر کی ثقافتی زندگی میں مختلف صورتوں میں برقرار ہیں جو وادیٔ سندھ کی تہذیبی و ثقافتی میراث کے تسلسل کی عکاسی کرتی ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وادی سندھ کی تہذیب اپنے ظاہری اور مادی آثار کے لحاظ سے زوال پذیر ہوئی لیکن اس کی فکری اور ثقافتی روح پوری طرح ختم نہیں ہوئی۔ ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود اس تہذیب کے اثرات برصغیر کے معاشرے اور ثقافتی ڈھانچے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے جس کے نتیجے میں ایک ثقافتی امتزاج پیدا ہوا جو وقت کے ساتھ مزید مستحکم ہوتا گیا۔ یہ اثرات آہستہ آہستہ پورے ہندوستانی معاشرے میں اس حد تک پھیل گئے کہ وہ اس کی اجتماعی شناخت کا حصہ بن گئے اور آج بھی مختلف رسومات، روایات اور سماجی رویوں میں جھلکتے ہیں۔ برصغیر کی تہذیبی و ثقافتی تشکیل میں وادی سندھ کی تہذیب کے باشندوں کا کردار نہایت بنیادی، موثر اور دیرپا رہا ہے۔

References

[1]Arnold J. Toynbee, *A Study of History*, (London: Oxford University Press, 1961), Vol. 12, p.348.

[2]Muhammad Rafiq Mugal, *Genesis of the Indus Valley Civilization*, (Lahore Museum Bulletin), Vol.1, No.1, p.348.
[3]D. D. Kosambī, *Qadīm Hindūstān: Tahẓīb-o-Saqāfat*, Trans: Arsh Malsiyānī, (Lahore: Book Home, 2012), p. 92.
[4]Sir John Marshall, *Mohenjo-daro and the Indus Civilization*, (London: Arthur Probsthain, 1931), Vol. 1, pp.52–58.
[5]Ranbir Vohra, *The Making of India: A Historical Survey*, (London: Armonk M.E. Sharpe, 2000), p.15.
[6]Ernest J.H. Mackay, *Further Excavations at Mohenjo-Daro: Being an Official Account of Archaeological Excavations at Mohenjo-Daro Carried Out by the Government of India Between the Years 1927 and 1931*, New Delhi, 1938, Vol. 1, pp. 203–205.
[7]Sir Mortimer Wheeler, *Wādī-e-Sindh aur Us ke Baʿd kī Tahzībein*, Trans: Zubair Rizvi, (New Delhi: Taraqqī Urdu Bureau, 1980), p.43.
[8] Ibid, p.42.
[9]D. D. Kosambī, *Qadīm Hindūstān: Tahẓīb-o-Saqāfat*, p.98.
[10]Jonathan M. Kenoyer, *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*, (London: Oxford University Press,1998), 15.
[11]D. D. Kosambī, *Qadīm Hindūstān: Tahẓīb-o-Saqāfat*, p.88.
[12]John Marshall, *Mohenjo-Daro and the Indus Civilization*, Vol. 1, pp.48-52.
[13]Sir Mortimer Wheeler, *Wādī-e-Sindh aur Us ke Baʿd kī Tahzībein*, p.36
[14]Encyclopedia Britannica, Mohenjo-daro, Last modified July 3, 2026. https://www.britannica.com/place/Mohenjo-daro.
[15]Kenoyer, Jonathan Mark. *Ornament Styles of the Indus Valley Tradition: Evidence from Recent Excavations at Harappa, Pakistan*. Vol.17, No. 2, 1991, pp.79-98. https://www.persee.fr/doc/paleo_0153-9345_1991_num_17_2_4553.
[16]Sir Mortimer Wheeler, *Wādī-e-Sindh aur Us ke Baʿd kī Tahzībein*, p.46.
[17]Sakhī Hasan Naqvī, Syed, *Hamārā Qadīm Samāj*, (New Delhi: National Book Trust, 1972), p.7.
[18]John Marshall, ed., *Mohenjo-Daro and the Indus Civilization*, Vol. 1, pp.48-52.
[19]Gregory L. Possehl, *The Indus Civilization: A Contemporary Perspective*, (MD Lanham: Altamira Press, 2002), pp.141–155.
[20]Yahyā Amjad, *Tārīkh-e-Pākistān*, (Lahore: Sang-e-mil Publications, 1997), p.307.
[21]Sir Mortimer Wheeler, *Wādī-e-Sindh aur Us ke Baʿd kī Tahzībein*, p.46.
[22]M. Rafique Mughal, *Further Evidence of the Early Harappan Culture in the Greater Indus Valley: 1971–90*, South Asian Studies, 1990, Issue: 6, No. 1, pp.175–199, https://doi.org/10.1080/02666030.1990.9628411
[23]Wendy Doniger, *The Hindus Alternative History*, (London: Oxford University Press, 2010), p.67.
[24]Sakhi Hasan Naqvī, Syed, *Hamārā Qadīm Samāj*, p.5.
[25]Abdūl Majīd, *Harappā Tahzīb*, (Sahiwal: Sahiwāl Printing Press, 2022), p.129.
[26]Ibid, p.88.
[27]D. D. Kosambī, *Qadīm Hindūstān: Tahẓīb-o-Saqāfat*, p.84.